پدم شری ڈاکٹر مہدی حسن کی حیات جاودانی

ایک مختصر جائزہ

حیدر عباس رضوی ایڈیٹر ہفتہ وار ''نشیکچھ دائرہ''

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ۔۔۔۔۔۔(حضرت علیؑ)

جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے اس قول کی روشنی سے استفادہ کرتے ہوئے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ہمارے درمیان کی ایک مثالی حیات جو کہ ہر کس و ناکس کے لئے سرچشمہ عبرت بن گئی اور وہ جو کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ ایسی ہی حیات کے حامل تھے پدم شری ڈاکٹر مہدی حسن ایک نیک نیت، ہر دل عزیز ایک ہمدرد دوست ایک نقیب استاد ایک زندہ دل انسان جنھوں نے آدمی کے قفس عنصری کے جہان باطن کی وادیوں کی نہ صرف خود سیر کی بلکہ تمام بشریت کو بھی اس کا دیدار کرایا کہ انسان خود کیا ہے اور اس کا باطن کس قدر تہہ در تہہ پوشیدہ سرو راز کے دبیز پردوں کا حامل ہے۔ اور جیسے جیسے ان پردوں کی تہیں یکے بعد دیگرے ہٹتی جاتی ہیں ویسے ویسے انسان کے اشرف المخلوقات ہونے پر استدلال ہوتا جاتا ہے اور آخر کار انسان مادیات کی سرحدوں کو پار کرتے ہوئے عالم روحانی کی سرحدوں تک پہنچ جاتا ہے اور اس طرح اس حدیث امام عالی مقام کا مصداق بنتا ہے کہ ''جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا'' اور پھر انسان منازل عرفان طے کرتے ہوئے عرفانیات کی ان بلند پایہ منزلوں سے ہمکنار ہوتا ہے کہ جہاں اسے دیدار جمالیات موت ہوتا ہے اور اس کو یہ دنیائے مادی ایک قفسِ محض لگنے لگتی ہے۔ چنانچہ اس ذیل میں یاسؔ یگانہؔ چنگیزی کا ایک شعر یاد آتا ہے

قفس کو جانتے ہیں یاسؔ آشیاں اپنا
جہاں اپنا، زمین اپنی، آسماں اپنا

ڈاکٹر مہدی حسن ۲۱/مارچ ۱۹۳۶ء کو گدایاں ضلع فیض آباد اکبر پور میں پیدا ہوئے۔ اس وقت یہ علاقہ فیض آباد کی سرحد میں آتا تھا اور اب یہ اکبر پور ضلع امبیڈکر نگر، اتر پردیش کے دائرہ میں ہے۔ ان کے والد جاوید حسین صاحب مرحوم اس وقت موہن لال گنج ضلع لکھنؤ میں تحصیل دار کے منصب پر فائز تھے۔ پروفیسر مہدی حسن صاحب کے دو بھائی اور ایک بہن تھیں۔ ان کے ایک بھائی بخشش حسین پولیس میں تھے اور اپنے فرض منصبی کو انجام دیتے اور اپنے ملک کی خدمت کرتے ہوئے ۱۹۶۴ء میں شہید ہو گئے۔ اور آپ کے دوسرے بھائی جناب غلام حسین صاحب سول سروسیز میں آئی، اے، ایس (I.A.S) افسر کے منصب پر فائز تھے ان کا انتقال ۱۹۹۰ء میں ہو گیا تھا موصوف سرکار سید العلماءؒ کے بہت اہم ہمنوا نیز مذہبی اور ادبی سیکڑوں مقالوں کے تخلیق کار تھے ساتھ ہی قومی و سماجی سطح پر ان کے لائق ذکر خدمات بھی ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی ایک بہن محترمہ اکبری بیگم تھیں جن کا انتقال ۱۹۹۹ء میں ہوا۔

پروفیسر مہدی حسن صرف چار برس کی عمر میں ہی سایۂ پدری سے محروم ہو گئے اور اس طرح ان کو ان کے بڑے بھائی نے پالا۔ پھر یہیں سے ان کا سفر علمی بھی شروع ہوا۔ جس کی تکمیل ایک عالمی شہرت یافتہ اور ملک کے اعزاز پدم شری کی حامل شخصیت کی صورت میں ہوئی۔

اس کائنات میں ہزاروں لوگ روزانہ پیدا ہوتے ہیں اور نہ جانے کتنے لقمہ اجل بن جاتے مگر ان میں سے کچھ ہی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو کبھی نہیں مرتے۔ ڈاکٹر مہدی حسن صاحب کے بچپن کے حالات نہایت سخت تھے اور ایسے حالات میں ایسی

شخصیت کا وجود میں آنا ایک مثال قائم کرتا ہے۔ دراصل اس کی بنیاد میں ایک راز الٰہی پوشیدہ ہے ۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے نظام حیات انسانی میں یہ بات فطری طور پر داخل کردی ہے کہ ہر نفس اپنی ایک خاص صلاحیت و ذوق کا حامل ہوتا ہے۔ چنانچہ اس دنیا میں کوئی سائنس کا ماہر تو کوئی تصویروں کا مصور۔ کوئی شاعر تو کوئی فلسفی۔ کسی کو سیاست سے کام تو کسی کو عشق مجازی و عشق حقیقی کی وادیوں سے سروکار اور یوں یہ دنیائے مادی اپنے تمام رنگوں سے رنگین ایک باغ گل وبلبل ایک عجیب الخلقت رنگارنگی کا نظارہ پیش کرتی ہے۔ مزاج انسانی میں اگر یہ تفریق نہ پائی جائے تو یہ کائنات اپنے تمام رنگوں کو کھودے اور انسان ایک بے جان نظام کا قیدی پرندہ بن کر رہ جائے۔ لہٰذا واجب ہے کہ ہر بشر اپنے اندر ایک خاص صنف حیات و ذوق کا حامل ہو مگر شرط یہ ہے کہ اپنے حال پر باقی نہ رہنے کی فکر بھی رکھتا ہو جو اس کو ہر لحہ ایک نئی راہ ارتقاء دکھاتی رہے اور نئی سے نئی منزل سے ہمکنار کرتی رہے۔ ڈاکٹر مہدی حسن صاحب کو بھی اللہ نے ایک مخصوص صنف حیات پر پیدا کیا۔ اور آپ نے اللہ کی اس عظیم نعمت سے پوری دیانت کے ساتھ تمام دنیائے طبیات کو مستفیض کیا اور ان کے اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی دنیا ان کے جاری کئے ہوئے چشمۂ فیض سے فیضیاب ہو رہی ہے۔

طینت آدم میں تھی اللہ کیا نشو ونما
ایک مٹھی خاک یوں پھیلی کہ دنیا ہوگئی

(علامہ فاطر جائسی)

(Anatomy) تشریح الاعضاء ایک ایسا شعبہ طب ہے جس میں ہندوستان میں پہلی بار کسی کو پدم شری کا اعزاز دیا گیا۔ جب ڈاکٹر مہدی حسن صاحب کا داخلہ کنگ جارج میڈیکل کالج میں ۱۹۵۳ء میں ہوا اور جب وہ اپنے تعلیم طبی کے ابتدائی مرحلے میں تھے تو ان کو (Orthopedic) میں داخلہ ملا مگر وہاں پر ان کا دل نہیں لگا۔ اس کے بعد انہوں نے (Anatomy) کو اپنا موضوع خاص منتخب کیا اور اس طرح (Anatomy) کی دنیا کو ایک نایاب ستارہ حاصل ہوا جس نے اس شعبہ علم کے نئے نئے ابواب کا انکشاف کیا۔ اور شاگردوں کی ایک بڑی جماعت کو ان سے روبہ روبھی کرایا۔ آپ کے پاس ہمیشہ شاگردوں کا جماوڑا لگا رہتا تھا اور اگر آپ تنہا ہوتے تھے تو خود مطالعہ شروع کر دیتے تھے۔ مزاج میں لطافت اس قدر موجود تھی کہ کبھی اداس نہیں ہوتے تھے اگر کوئی مایوس و پریشان دل ان کے پاس آتا تو وہ بھی ان کی مسکراہٹوں کا حصہ دار بن جاتا۔

آپ کی ذات کا ایک خوشنما رخ یہ بھی تھا کہ اپنی اسکولی تعلیم کے دور سے ہی آپ ایک بہترین کھلاڑی، ہونے کی خوبی بھی رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ ہاکی، کرکیٹ اور فٹبال میں ایک ماہر کھلاڑی تھے اور آپ نے اس میدان میں بھی مہارت حاصل کی۔ آپ اپنے کالج کی ٹیم کے کپتان بھی رہے اور سوبائی سطح پر آپ نے ہاکی ٹیم میں بھی کھیلا۔

انگریزی میں ایک محاورہ ہے

"Jack of all but master of none" ہر چیز کی تھوڑی تھوڑی معلومات کا رکھنے والا اور ماہر یک فن کسی میں نہیں مگر ڈاکٹر مہدی حسن صاحب کے لئے یہ محاورہ اس طرح کہا جا سکتا ہے "Jack of all and master of all" یعنی ہر چیز میں ماہر۔

ڈاکٹر مہدی حسن صاحب کا تعلق ایک شیعہ عزادار گھرانے سے ہے چنانچہ آپ نے عزاداری مظلوم کربلاؑ کی ذمہ داری کی ادائیگی کو بھی بخوبی انجام دیا اور اپنی علمی صلاحیتوں کو اس نقطۂ نظر سے بھی پیش کیا۔ آپ ایک بہترین مقرر تھے اور مجلس سید الشہدؑ کو خطاب کرتے ہوئے ایک سماں باندھ دیتے تھے۔ ان کی اس صنف سخن کو آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء علی نقی نقوی صاحب طاب ثراہ نے پہچان لیا تھا اور ان کو مجالس کو خطاب کرنے کی ترغیب دی۔ مہدی حسن صاحب نے خلوص دل سے اپنے محبوب و محترم پیشوا، سید العلماءؒ کی اس پیشکش کو قبول کیا اور ذکر اہل بیت رسولؐ میں بھی اپنی خدمات کو جاری کر دیا۔

آج ڈاکٹر مہدی حسن صاحب ہمارے درمیان سے رحلت فرما چکے ہیں اور بتاریخ ۱۲ر جنوری ۲۰۱۳ء بوقت ۶ر بجے

صبح ان کی روح پرفتوح نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا مگر ان کی حیات اب بھی اپنی جاودانی توانائیوں کے ساتھ انسانیت کے لئے سر چشمہ استفادہ بنی ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل علم کو کبھی موت نہیں آتی وہ ہمیشہ زندۂ جاوید رہتا ہے اور کاروانِ حیات کی مسافرت میں دائمی طور پر شانہ بہ شانہ موجود رہتا ہے مگر یہ اور بات ہے کہ ایک صاحب دانش وبینش کی خالی جگہ کو کسی طرح سے پورا نہیں کیا جا سکتا اگر چہ اس کے فوائد دائمی ہوتے ہیں چنانچہ ڈاکٹر مہدی حسن صاحب کے لئے یہ شعر بالکل صحیح ٹھہرتا ہے۔

سورج ہوں زندگی کی رمق چھوڑ جاؤں گا
میں ڈوب بھی گیا تو شفق چھوڑ جاؤں گا

التماس فاتحہ خوانی برائے ایصال ثواب

محترمہ اشرف جہاں صاحبہ بنت نوشاد علی صاحب

ملتمس: شرافت حسین (شوہر) شباہت حسین (فرزند) مفتی گنج لکھنؤ

(صفحہ ۵۳ رکا بقیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

(۹۵)

زینبؑ یہ بین کرتیں تھیں ہمشیر کیا کرے
انبوہِ غم میں بے کس و دلگیر کیا کرے
سر کی ردا بچانے کی تدبیر کیا کرے
کیا جانئے خرابیٔ تقدیر کیا کرے
قاسمؑ رہے نہ عونؑ و محمدؑ، میں کیا کروں
برگشتہ ہے نصیب تو کس کا گلا کروں

(۹۶)

نظمیؔ فغاں فغاں کہ علمدار چل بسا
تشنہ لبوں کی فوج کا سالار چل بسا
نورِ نگاہِ حیدرِ کرارؑ چل بسا
سقائے بنتِ سیدِ ابرار چل بسا
گو گرمیٔ حیات گئی تابِ دل گئی
لیکن وفا کو منزلِ معراج مل گئی

(صفحہ ۲۷ رکا بقیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''حسینؑ آزادی کے علمبردار'')

پر ایڑیاں رگڑنا، بھائیوں کا جوانی کے عالم میں موت کی نیند سونا، یہ وہ مصائب تھے، جن میں سے ہر ایک موت سے زیادہ نا قابل برداشت ہے، مگر حسینؑ نے یہ سب قربانیاں یکے بعد دیگرے اپنے ہاتھوں پیش کیں، اور جس قدر مصائب زیادہ ہوتے جاتے تھے، آپ کا چہرہ زیادہ تابناک ہوتا جاتا تھا، اور آپ کے صبر واستقلال میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ ❁❁❁

(امامیہ مشن لکھنؤ اشاعت نمبر ۲۹۳ رمحرم ۱۳۸۰ھ)

(صفحہ ۲۵ کا بقیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''جناب خدیجۃ الکبریٰ

سے نجات پائے ہوئے کچھ ہی دن گذرے تھے۔ عمر ۶۵ سال تھی۔ حضوؐر خود قبر میں اترے۔ مقبرہ حجوں میں جو کہ جناب عبد المطلبؑ وابو طالبؑ کی ابدی آرامگاہ ہے، یہ محترمہ بھی سپرد خاک کی گئیں۔

حضوؐر نے اس سال کا نام ''عام الحزن'' رکھا۔ بس یہ حضرتؐ کے حزن وملال کے اندازہ کے لئے کافی ہے۔

طاہرہ کی پاکیزہ ادبیت

آپ کے ادبی کمال کا مظاہرہ نظم کی صورت میں تاریخ کے صفحات پر موجود ہے جن میں آپ نے حضرت کی مدح فرمائی ہے اور رغبت اور شدید میلان کا ثبوت دیا ہے۔

ہم بہ نظر اختصار یہاں قلم انداز کرتے ہیں۔ ❁❁❁

(امامیہ مشن لکھنؤ، سلسلۂ اشاعت نمبر ۱۷۶ ر) (۲۱ ر ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ / ۱۰ راگست ۱۹۵۵ء)